Al-Mīthāq *(Research Journal of Islamic Theology)*
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 04, **Issue** 02, April - June 2025, **PP**: 135-144
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

متبنّیٰ کے احکام ووراثت: نصوصِ شریعہ کے تناظر میں تحقیقی مطالعہ

Legal Rulings and Inheritance Concerning the Adopted Child (Mutabannā): A Research-Based Study in the Light of Sharīʻah Texts

1. **Abid Jamshaid** abidacademyonline@gmail.com	*PhD Scholar, Department of Qur'ānic Studies, The Islamia University of Bahawalpur.*
2. **Dr. Sultan Mahmood Khan** sultan.mahmood@iub.edu.pk	*Assistant Professor, Department of Qur'ānic Studies, The Islamia University of Bahawalpur.*

How to Cite: Abid Jamshaid and Dr. Sultan Mahmood Khan. 2025: "Legal Rulings and Inheritance Concerning the Adopted Child (Mutabannā): A Research-Based Study in the Light of Sharīʻah Texts". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 4 (02): 135-144.

Article History: **Received**: 24-05-2025 | **Accepted**: 25-06-2025 | **Published**: 30-06-2025

Copyright: **©The Authors**

Licensing: This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

متبنیٰ کے احکام وو راثت: نصوصِ شریعہ کے تناظر میں تحقیقی مطالعہ

Legal Rulings and Inheritance Concerning the Adopted Child (Mutabannā): A Research-Based Study in the Light of Sharīʻah Texts

1. **Abid Jamshaid**
PhD Scholar, Department of Qur'ānic Studies, The Islamia University of Bahawalpur.
abidacademyonline@gmail.com

2. **Dr. Sultan Mahmood Khan**
Assistant Professor, Department of Qur'ānic Studies, The Islamia University of Bahawalpur.
sultan.mahmood@iub.edu.pk

Abstract

This article explores the Islamic and legal dimensions of child adoption with a specific focus on the implications for lineage, inheritance, and marital law in Islamic jurisprudence. While Western legal systems recognize adoption as a process that grants the adopted child full familial and inheritance rights including name change and legal parenthood Islamic law distinguishes clearly between biological and non-biological relationships. Drawing upon Qur'ānic injunctions, Prophetic traditions, and classical juristic discourse, this paper establishes that although Islam highly encourages the fostering and care of orphans and abandoned children, it prohibits the alteration of lineage and denies inheritance rights to adopted children unless granted through bequest. The research also examines Pakistan's legal framework on guardianship under the Guardians and Wards Act 1890 and provides guidelines for ethical documentation and legal guardianship without violating Islamic principles. The paper concludes with recommendations for harmonizing child welfare with Sharīʻah-compliant adoption practices, ensuring justice, lineage integrity, and the sanctity of Islamic family law.

Keywords: *Islamic Law, Adoption, Guardianship, Lineage, Inheritance.*

تمہید و تعارف

دنیا میں کچھ لوگ اولاد کی نعمت سے محروم ہوتے ہیں، وہ اپنے گھر کو آباد کرنے کے لیے خاندان یا خاندان سے باہر کسی بچے کو گود لیتے ہیں۔ اسی طرح دنیا بھر میں لاکھوں یتیم، بے سہارا اور لاوارث بچے موجود ہیں جن کی کفالت اور پرورش ایک اہم سماجی ضرورت ہے۔ مغربی معاشروں میں اس مسئلے کا حل adoption کی شکل میں تجویز کیا گیا، جس میں گود لینے والے کو قانونی والد قرار دیا جاتا ہے، نسب تبدیل کر دیا جاتا ہے اور بچے کو مکمل وراثتی حق ملتا ہے۔ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات، ایک جامع اور مکمل دین ہے جو انسانی زندگی کے ہر پہلو کو ضوابط و ہدایات کے تحت منظم کرتا ہے۔ اسلام یتیموں کی کفالت کو عبادت قرار دیتا ہے، لیکن نسب کی تبدیلی اور وراثت میں غیر ورثاء کی آمیزش کو ممنوع قرار دیتا ہے۔ نکاح، طلاق اور وراثت کے احکام بھی اسلام کے قوانین کے اہم شعبے ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے قواعد و حدود مقرر فرمائے ہیں اور ان کی پابندی کی تاکید فرمائی ہے۔ نکاح کے لیے محارم اور غیر محارم کی تعیین، طلاق کے بعد عدت، نکاح ثانی اور وراثت کے لیے نکاح، نسبی و سببی رشتوں کی بنیاد پر حصے طے کیے گئے ہیں۔ ان قوانین میں مصنوعی رشتوں جیسے منہ بولا بیٹا یا بیٹی وغیرہ کو شرعی حیثیت حاصل نہیں۔ سورۃ الاحزاب میں فرمایا گیا:

وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ أَبْنَاءَكُمْ، ذٰلِكُمْ قَوْلُكُم بِأَفْوَاهِكُمْ[1]

اور اللہ نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارے حقیقی بیٹے نہیں بنایا، یہ تو تمہاری زبانی بات ہے۔

کسی سے لے کر پالی ہوئی اولاد کو لے پالک یا "متبنّیٰ" یعنی منہ بولا بیٹا یا بیٹی کہا جاتا ہے۔ لفظ "تبنّی" باب تفعّل کا مصدر ہے، جس کا مادہ (ب-ن-ی) ہے۔ بنی یبنی بناءً کا لغوی معنیٰ ہے: بنانا، بنیاد رکھنا وغیرہ۔ ابن منظور کے مطابق تبنّی اس عمل کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص کسی غیر کے بیٹے کو اپنا بیٹا قرار دے اور اسے اپنے نسب میں داخل کر لے۔[2] زیرِ نظر مقالہ متبنیٰ سے متعلق احکام بالخصوص احکامِ وراثت کی تفصیلات پر مبنی ہے جس میں نصوصِ شریعہ کے تناظر میں مذکورہ بحث حل کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

متبنّیٰ کا تاریخی پس منظر اور اسلامی اصلاحات

اہل عرب کی مختلف رسوم میں سے ایک رسم یہ بھی تھی کہ ان کے ہاں لے پالک یعنی منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹے کی طرح سمجھا جاتا اور اس پر حقیقی بیٹے کے احکام جاری کرتے۔ اسلام نے کسی بچے کو لے پالک بنانے کی اجازت تو دی لیکن اس بارے میں یہ واضح طور پر بتادیا کہ وہ حقیقی بیٹے کی طرح نہیں بلکہ وہ منہ بولا بیٹا ہی ہوگا اور اس پر حقیقی بیٹے والے احکام جاری نہیں ہوں گے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ[3]

ان [منہ بولے بیٹوں] کو ان کے باپ کے نام سے پکارا کرو، یہی اللہ تعالیٰ کے ہاں عین انصاف کی بات ہے۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث مبارک میں اس آیت کا شان نزول اور تاریخی پس منظر کچھ یوں بیان ہوا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے آزاد کیے ہوئے غلام زید بن حارثہ کو زید بن محمد ہی کہہ کر پکارا کرتے تھے، یہاں تک کہ قرآن کریم میں آیت نازل ہوئی کہ انہیں ان کے باپوں کی طرف منسوب کرو کہ یہی اللہ کے نزدیک سچی اور ٹھیک بات ہے۔[4] معلوم ہوا کہ لے پالک یا منہ بولی اولاد کی ولدیت بہر صورت نسبی باپ سے ہی برقرار رہے گی۔ قرآن نے جاہلیت کی اس رسم کا خاتمہ فرمادیا۔ چنانچہ اس بنیاد پر آئندہ سطور میں متبنیٰ سے متعلق دیگر احکام ذکر کیے جاتے ہیں۔

کاغذات میں ولدیت

لے پالک بچے یا بچی کو اس کے اصل والدین کی طرف منسوب کرنا ضروری ہے۔ سکول کالج کے کاغذات، سرکاری کاغذات، محکمہ مال کا ریکارڈ یا نادرا وغیرہ کے ریکارڈ میں بھی ضروری ہے کہ بچے کے اصل والد کا نام لکھا جائے۔ اگر کوئی لے پالک بچے کو کاغذات میں اپنے بیٹے یا بیٹی کے طور پر درج کروالے تو یہ درست نہیں۔ قرآن کریم کی آیات اور احادیث مبارکہ میں اس بات کی واضح ممانعت موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَاجَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْؕ وَ اللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَ هُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ۔ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْۤا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ وَ مَوَالِيْكُمْ[5]

اور تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا بیٹا بھی نہیں بنایا۔ یہ سب تمہاری اپنی باتیں ہیں اور حق تو اللہ تعالیٰ ہی فرماتا ہے اور وہی سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ ان [منہ بولے بیٹوں] کو ان کے اپنے باپوں کے نام سے پکارا کرو، یہی اللہ تعالیٰ کے ہاں عین انصاف کی بات ہے۔ پھر اگر تم ان کے باپوں کو نہ جانتے ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی دوست ہیں۔

سنن ابی داوٗد میں ہے:

من ادعى إلى غير ابيه او انتمى إلى غير مواليه فعليه لعنة الله المتتابعة إلى يوم القيامة[6]

جو شخص اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کا بیٹا ہونے کا دعوی کرے یا کوئی غلام اپنے آقاؤں کی بجائے دوسروں کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی مسلسل لعنت ہو۔

کاغذات میں لے پالک کو حقیقی اولاد لکھوانے کے نقصانات

دستاویزات میں لے پالک کو حقیقی بیٹے یا بیٹی کی طرح لکھوانے کے بہت سے نقصانات ہیں۔ مثلاً نکاح کی حلت و حرمت، پردے کے احکام، وراثت کے احکام، حقیقی ورثاء کی حق تلفی وغیرہ۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ لے پالک کی ولدیت کے خانے میں اس کے اصل والد کا نام ہی لکھوایا جائے اور لے پالک کو اس کی حقیقی ولدیت سے آگاہ کیا جائے۔ بہت سارے شرعی احکام، مثلاً وراثت، نکاح وغیرہ اس نسبت کے جاننے پر موقوف ہیں۔ اصل والدین کو جاننے سے بچے میں کوئی احساسِ کمتری پیدا نہیں ہوتا، بلکہ اس کی خود اعتمادی میں اضافہ ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے:

من ادعى إلى غيرابيه وهويعلم انه غيرابيه فالجنةعليه حرام [7]

جس نے اپنے والد کے علاوہ کسی اور کو اپنا والد قرار دیا اور اسے علم ہو کہ وہ اس کا والد نہیں تو جنت اس پر حرام ہے۔

اس ممانعت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس سے نسب مخلوط ہو جائے گا۔ رشتوں کی حرمت پامال ہونے کا خدشہ ہو گا۔ لہٰذا کاغذات میں ہمیشہ اصل والدین کا نام لکھوانا ضروری ہے۔

پیسوں کے عوض بچہ گود لینا

پیسوں کے عوض کسی بچے یا بچی کو گود لینا جائز نہیں۔ کسی بھی آزاد انسان کی قیمت حرام ہے۔ لہٰذا کسی لے پالک بچے کی خرید و فروخت جائز نہیں۔ علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں:

والآدمي مكرم شرعاوإن كان كافرا، فإيرادالعقدعليه وابتذاله به وإلحاقه بالجمادات إذلال له. أي: وهو غيرجائز، وبعضه في حكمه، وصرح في فتح القدير ببطلانه[8]

انسان شرعاً مکرم ہے اگرچہ کافر ہو، لہٰذا اس پر عقد جاری کرنا، اسے حقیر بنانا اور اسے جمادات کے حکم میں شامل کرنا، یہ سب امور اس کی توہین ہیں، جو کہ جائز نہیں۔ اور اس کے اجزاء بھی اسی حکم میں داخل ہیں، اور "فتح القدیر" میں بھی اس کے بطلان کی تصریح ہے۔

لے پالک سے پردہ کے احکام

پردہ شریعت اسلامیہ کا ایک انتہائی اہم حکم اور بے شمار حکمتوں پر مشتمل جزء ہے۔ پردے کے بارے میں قرآن و حدیث میں بہت سے نصوص وارد ہوئی ہیں۔ لے پالک بچہ یا بچی اپنے گود لینے والوں کا غیر محرم ہی رہتا ہے۔ چونکہ لڑکا یا لڑکی میں سے کسی کو بھی گود لیا جا سکتا ہے، تاہم پردے کے احکام کو پیش نظر رکھتے ہوئے مناسب یہ کہ اگر عورت کے خاندان سے بچہ گود لیا جائے جو کہ عورت کا محرم ہو تو لڑکا گود لینا بہتر ہے اور اگر مرد کے کسی رشتے دار سے بچہ گود لیا جائے جو کہ مرد کے لیے محرم ہو تو لڑکی گود لینا بہتر ہے۔ اگر ایسا بچہ گود لیا جائے جو میاں بیوی دونوں کے لیے نامحرم ہو تو لڑکے کی صورت میں عورت کی بہن یا بھابھی بچے کو دودھ پلا دیں اور لڑکی کی صورت میں شوہر کی بہن یا بھابھی دودھ پلا دیں، تاکہ حرمت رضاعت ثابت ہو اور بلوغت کے بعد پردے کا مسئلہ نہ بنے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت ہے کہ ان کے رضاعی چچا افلح بن ابی القعیس ان کے پاس اجازت لینے کے لیے آئے، اس وقت حجاب کا حکم آ چکا تھا، چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں اجازت نہ دی، پھر جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپ نے خبر دی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ تمہارے چچا ہیں، تو انہیں اجازت دو۔ [9]

اس حدیث مبارک سے ثابت ہوتا ہے کہ بغیر رضاعت کے یا بغیر نسب کے دیگر منہ بولے رشتوں سے پردہ ضروری ہے۔ اگر

رضاعت والا رشتہ قائم نہ ہو تو لے پالک بچے یا بچی کا بالغ یا قریب البلوغ ہونے کے بعد تمام غیر محرم مرد و خواتین سے شریعت کے مطابق پردہ کرنا ضروری ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ دودھ مدت رضاعت میں ہی پلایا جائے۔ جمہور کے نزدیک یہ مدت دو سال ہے۔ بچے کی عمر دو سال ہونے سے قبل پلایا جائے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اگر دو سال سے لے کر اڑھائی سال کے درمیان دودھ پلایا تو بھی رضاعت ثابت ہو جائے گی لیکن اس عمر میں دودھ پلانا ناجائز ہے اور اڑھائی سال عمر ہو جانے کے بعد پلایا تو رضاعت ثابت نہ ہو گی۔ مشہور حنفی فقیہ ابن ہمام فرماتے ہیں:

ثم مدة الرضاع ثلاثون شهرا عند أبي حنيفة رحمه الله، وقالا: سنتان، وهو قول الشافعي رحمه الله [10]

پھر رضاعت کی مدت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تیس مہینے اور امام ابو یوسف و امام محمد کے نزدیک دو سال ہے، اور یہی قول امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی ہے۔

مذکورہ حوالہ سے ثابت ہوا کہ ماسوائے نسبی یا رضاعی رشتے کے، محض منہ بولے بچوں سے پردے کے احکام وہی رہتے ہیں جو اجنبی بچوں کے حق میں ہوتے ہیں۔ اگر کسی عورت نے بچے یا بچی کو اپنی بہن کا دودھ پلوایا تو وہ اس کی رضاعی خالہ تو بن جائے گی لیکن اس کا شوہر بچی کا محرم نہ بنے گا، لہٰذا بہتر صورت وہ ہے جو اوپر ذکر کی کہ بچے کو عورت کی محرم رشتہ دار کا دودھ پلوا لیا جائے اور بچی کو شوہر کی محرم رشتہ دار کا تاکہ پرورش کرنے والے پردے کے مسائل میں مشکلات کا شکار نہ ہوں۔ چونکہ رضاعت کے مسائل میں کبھی کبھی مختلف پیچیدگیاں سامنے آسکتی ہیں لہٰذا ایسا کوئی معاملہ ہو تو کسی معتبر دار الافتاء کو پوری تفصیل بتا کر مسئلہ کا حل معلوم کر لیا جائے۔

لے پالک بیٹے کی مطلقہ یا بیوہ سے نکاح

گود لینے والا اپنے لے پالک کی طلاق یافتہ بیوی سے نکاح کر سکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے منہ بولے یعنی لے پالک حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی سے نکاح کیا تھا۔ یہ نکاح اللہ رب العزت نے خود کروایا۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَايَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًاؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا [11]

پھر جب زید نے اس سے اپنا ازدواجی تعلق ختم کر لیا تو ہم نے اس کا نکاح آپ سے کر دیا تاکہ اہلِ ایمان پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی تنگی نہ رہے جب وہ ان سے ازدواجی تعلق ختم کر لیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا حکم تو پورا ہونا ہی تھا۔

مزید بر آں منہ بولے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے نکاح آپ ﷺ کی خصوصیت بھی نہیں بلکہ امت کے لیے عام حکم ہے۔ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:

يعني زوجناك زينب امرأة زيد الذي تبنيته ليعلم أن زوجة المتبنى حلال وإن كان قد دخل بها المتبنى بخلاف امرأة ابن الصلب فإنها لا تحل للأب، وفيه دليل على أن حكم الرسول وحكم الأمة واحد ما لم يقم دليل على تخصيص الحكم بالنبي ﷺ [12]

مراد یہ ہے کہ: ہم نے تمہارا نکاح زینب سے کر دیا، جو زید کی بیوی تھیں، جسے آپ نے اپنا بیٹا بنایا تھا— تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ لے پالک بیٹے کی بیوی سے نکاح جائز ہے، خواہ وہ اس کے ساتھ مباشرت کر چکا ہو۔ برخلاف نسبی بیٹے کی بیوی کے، کیونکہ وہ اپنے والد کے لیے حلال نہیں۔ اور اس واقعے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا حکم اور امت کے لیے حکم ایک جیسا ہوتا ہے، جب تک کسی دلیل سے رسول کے لیے حکم کی تخصیص ثابت نہ ہو۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

بیان إباحة حليلة الابن من التبني، فإن التبني انتسخ بقوله تعالى: {ادعوهم لآبائهم}[13]

متبنیٰ (لے پالک بیٹے) کی بیوی کے ساتھ نکاح کے جواز کا بیان: بلاشبہ تبنّیٰ کا حکم منسوخ ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے: انہیں ان کے باپوں کی طرف منسوب کر کے پکارو۔

لے پالک بچے کا والد معلوم نہ ہونے کی صورت میں

کسی لے پالک بچے کے والدین کا علم ہو یا علم نہ ہو؛ دونوں صورتوں میں اس کے والد کے خانے میں گود لینے والے کا نام لکھنا جائز نہیں۔ ہاں البتہ گود لینے والا اپنا نام سرپرست کے خانے میں لکھوا سکتا ہے۔ اگر لاوارث بچے کے والد کا علم نہ ہو اور کاغذات میں والد کے نام کے بغیر کام نہ چلتا ہو تو ایسے بچے کی ولدیت کے خانے میں "عبد اللہ" لکھ دیا جائے یعنی: اللہ کا بندہ۔ امام ابو بکر جصاص احکام القرآن میں سورۃ الاحزاب کی آیت 5 کے تحت لکھتے ہیں:

وقوله تعالى: {ادعوهم لآبائهم هو أقسط عند الله فإن لم تعلموا آباءهم فإخوانكم في الدين ومواليكم}، فيه إباحة إطلاق اسم الأخوة، وحظر إطلاق اسم الأبوة من غير جهة النسب، ولذلك قال أصحابنا فيمن قال لعبده: هو أخي، لم يعتق إذا قال: لم أرد به الأخوة من النسب، لأن ذلك يطلق في الدين، ولو قال: هو ابني عتق، لأن إطلاقه ممنوع إلا من جهة النسب.[14]

اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: انہیں ان کے باپوں کے نام سے پکارو، یہی اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف والا ہے، اور اگر تم ان کے باپوں کو نہ جانو، تو وہ تمہارے دینی بھائی اور تمہارے موالی ہیں۔ اس آیت میں اس بات کی اجازت ہے کہ "بھائی" کا لفظ استعمال کیا جائے، اور یہ کہ "باپ" کا لفظ استعمال کرنا ممنوع ہے جب نسب سے نہ ہو۔ اسی لیے ہمارے فقہاء نے فرمایا: اگر کوئی شخص اپنے غلام سے کہے" : یہ میرا بھائی ہے"، تو وہ آزاد نہیں ہوگا، جب کہ وہ یہ کہے کہ میں نے نسبی بھائی مراد نہیں لیا تھا؛ کیونکہ "بھائی" کا لفظ دین میں مجازی طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر کہے" : یہ میرا بیٹا ہے"، تو غلام آزاد ہو جائے گا؛ کیونکہ "بیٹا" کا لفظ بغیر نسب کے کہنا شرعاً ممنوع ہے۔

لے پالک کا گود لینے والے کو ماں یا باپ کہہ کر پکارنا

بہتر تو یہ ہے کہ بچہ اپنے گود لینے والے کو ماں باپ کہہ کر نہ پکارے، بلکہ اپنے اصل ماں باپ کو ماں باپ کہہ کر پکارے۔ ہاں اگر وہ تعظیماً اور ادب کے لیے کہہ دے تو اس کی گنجائش ہے اور وہ بھی اس کو شفقت کی وجہ سے بیٹا کہہ لیں تو اس کی گنجائش ہے، لیکن اس کو سگے بیٹے بیٹی کی طرح یعنی حقیقی اولاد کی طرح نہ سمجھیں۔ امام حاکم نقل کرتے ہیں:

تبنى رسول الله ﷺ زيدا، فكان من تبنى رجلا في الجاهلية دعاه الناس إليه، وورث من ميراثه، حتى أنزل الله في ذلك: {ادعوهم لآبائهم هو أقسط عند الله فإن لم تعلموا آباءهم فإخوانكم في الدين ومواليكم}، فردوا إلى آبائهم، فمن لم يعلم له أب كان مولاه أو أخاه في الدين.[15]

رسول اللہ ﷺ نے زید کو ابتداءً اپنا لے پالک بیٹا بنایا، پس جاہلیت میں جب کوئی شخص کسی کو اپنا متبنّیٰ بناتا، تو لوگ اسے اسی شخص کی طرف منسوب کرتے، اور وہ اس کے مال میں وراثت پاتا۔ یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: انہیں ان کے باپوں کے نام سے پکارو، یہی اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف والا ہے، اور اگر تم ان کے باپوں کو نہ جانو، تو وہ تمہارے دینی بھائی اور تمہارے موالی ہیں۔" چنانچہ انہیں

ان کے اصل باپوں کی طرف لوٹادیا گیا، اور جس کا باپ معلوم نہ ہوسکا، وہ اس کا دینی بھائی یا اس کا مولیٰ سمجھا گیا۔
معلوم ہوا کہ اصل حکم یہی ہے کہ نسبی والدین کو ان کی اولاد ماں یا باپ کہہ کر بلائے۔ لے پالکی کے سلسلے میں بھی بہتر یہی ہے البتہ تعظیماً اس کی گنجائش ہے کہ بطور مجاز بلایا جاسکتا ہے تاہم ثبوتِ احکام کے باب میں اسے غیر اولاد ہی تصور کیا جائے گا۔

لے پالک بنانے کی عمر کے حوالے سے قانون

کسی بچے یا بچی کو کسی بھی عمر میں گود لیا جاسکتا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ اگر لے پالک بنانے کی ضرورت ہو تو بچے کو چھوٹی عمر میں گود لے لیا جائے اس سے بچے کے ساتھ ذہنی ہم آہنگی رہتی ہے اور بچے کو بھی نئے گھر رہنے میں مشکل نہیں ہوتی۔ اگر خاندان یا جاننے والوں میں سے کسی سے بچہ لیا جارہا ہو تو بہتر ہے کہ کسی اسٹامپ پیپر پر ایک قانونی دستاویز بنالی جائے جس پر بچہ دینے والے اور بچہ لینے والے کے دستخط، انگوٹھے کے نشانات اور دو گواہوں کے دستخط اور انگوٹھے کے نشانات بھی ہوں۔ یہ بھی بہتر ہو گا کہ اصل والدین سے اس بچے کا سرپرستی سرٹیفکیٹ بھی لے لیا جائے تو اس بچے کو قانونی طور پر بھی گود لینے والا اپنے پاس رکھ سکتا ہے اور ملک سے باہر لے کر سفر بھی کر سکتا ہے، البتہ ولدیت میں اصلی والد کا نام ہی لکھا جائے گا۔ اگر کوئی بچہ لاوارث ہو، کسی یتیم خانے یا کسی فلاحی ادارے کے پاس ہو تو پاکستان میں موجود "لاوارث بچوں کے قانون" کے تحت چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو کی عدالت سے اس بچے کو گود لیا جاسکتا ہے۔

پاکستان میں "Adoption" کا کوئی باقاعدہ مستقل قانون موجود نہیں ہے، تاہم یہ معاملہ مختلف قوانین اور عدالتی نظائر کی روشنی میں طے کیا جاتا ہے، مثلاً: Guardians and Wards Act, 1890 کے تحت۔ یہ قانون برطانوی دور کا ہے، جو آج بھی پاکستان میں نافذ ہے۔ گود لینے کے بجائے، بچے کے لیے قانونی سرپرستی دی جاتی ہے۔ اس قانون کی دفعہ 7 کے مطابق عدالت اگر یہ سمجھے کہ بچے کی بھلائی کے لیے کسی شخص کو "ولی یا "Guardian" بنانا ضروری ہے، تو عدالت اسے سرپرستی دے سکتی ہے۔

> If the Court is satisfied that it is for the welfare of a minor that an order should be made appointing a guardian, the Court may make an order accordingly.[16]
>
> اگر عدالت اس امر سے مطمئن ہو کہ کسی نابالغ کے مفاد و فلاح کی خاطر سرپرست مقرر کرنے کا حکم ضروری ہے، تو عدالت اس سلسلے میں حکم جاری کر سکتی ہے۔
>
> نیز دفعہ 17 کے مطابق بچے کی عمر، مذہب، والدین کا کردار، اور گارڈین کی اہلیت وغیرہ بھی دیکھی جاتی ہے۔

قانونی طریقۂ کار

سب سے پہلے درخواست گزار (مرد یا عورت) کو سول جج / گارڈین کورٹ میں Guardianship Petition داخل کرنی ہوتی ہے۔ پھر بچے کا تفصیلی تعارف، نام، عمر، جنس، ماں باپ کی حالت (زندہ / متوفی / نامعلوم)۔ اگر بچہ یتیم یا فلاحی ادارے سے ہو، تو اس کی مکمل قانونی تفصیل درکار ہوتی ہے۔ پھر درخواست گزار کی عمر، جنس، مذہب (مسلمان ہونا ضروری)، آمدن، ازدواجی حیثیت، کردار، رہائش، اور نیت (کیوں بچہ گود لینا چاہتا ہے) واضح کرتا ہے۔ بعد ازاں گواہان اور دستاویزات یعنی عدالت میں بیان، دو گواہوں کے بیانات، شناختی کارڈ کی نقول، مکان کا کرایہ نامہ یا ملکیتی ثبوت، آمدن کے ذرائع، شادی کا سرٹیفکیٹ وغیرہ مہیا کرنا ہوتا ہے۔ پھر عدالت بچے سے ملاقات کرتی ہے (اگر عمر مناسب ہو)، فلاحِ اطفال کے قانون کے تحت بچے کا جائزہ لیتی ہے، اور اگر بچہ بالغ نہ ہو تو عدالت سرپرست مقرر کرتی ہے۔ اس سب کے بعد عدالت باضابطہ سرٹیفکیٹ جاری کرتی ہے، جو بعد میں NADRA سے شناختی دستاویزات بنانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔[17] NADRA بچے کو شناختی دستاویز میں شامل کرنے سے قبل Guardianship Certificate مانگتا ہے۔ اصل

والدین کا نام اگر معلوم ہو تو برقرار رکھا جاتا ہے۔ اگر والدین نامعلوم ہوں تو گود لینے والے کا نام بطور سرپرست لکھا جا سکتا ہے۔[18]

لے پالک کی وراثت

شرع میں وراثت کے تین اسباب ہیں: نسب، نکاح اور ولاء۔ میراث کی مشہور کتاب "منظومہ الرحبیہ" کے ابتدائی اشعار ہیں:

اسباب میراث الوری ثلاثة　　　　کل یفید ربه الوراثة

وهي نكاح وولاء ونسب　　　　ما بعدهن للمواريث سبب[19]

لوگوں کے میراث پانے کے اسباب تین ہی ہیں... اور ہر ایک اپنے مالک (وارث) کو میراث پہنچاتا ہے۔ یہ تین ہیں: نکاح، ولاء اور نسب... ان کے علاوہ میراث کا کوئی سبب نہیں۔

چونکہ اسلام نے تبنی کو نہ تو نسب، نہ نکاح اور نہ ہی میراث کا سبب قرار دیا ہے اس لیے کوئی بھی لے پالک اپنے گود لینے والے مرد یا خاتون کا وارث نہیں بن سکتا۔ گود لینے والا مرد یا خاتون لے پالک بچے کے نام اپنی زندگی میں کوئی جائیداد رقم کوئی بھی چیز لگانا چاہے تو وہ چیز بطورِ ہدیہ یا تحفہ ہو جائے گی۔ لیکن پالنے والے کے مرنے کے بعد لے پالک کو اپنی گود لینے والے کی وراثت میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا۔ بلکہ یہ سارا مال و جائیداد میت کے ان شرعی ورثاء کا حق شمار ہوگا جن کے حصے قرآن کریم احادیث مبارکہ اور اجماع امت سے ثابت ہیں۔ قاضی ثناء اللہ لکھتے ہیں:

فلا يثبت بالتبني شيء من أحكام البنوة من الإرث وحرمة النكاح وغير ذلكَ[20]

لہٰذا "تبنّی" (گود لینے) سے "بنوت" (بیٹے ہونے) کے احکام میں سے کوئی بھی حکم ثابت نہیں ہوتا؛ نہ وراثت کا، نہ نکاح کی حرمت کا، اور نہ ہی دیگر احکام کا۔

سورۃ النساء میں اللہ رب العزت نے ورثاء کے حصے بیان فرمائے ہیں، احادیث مبارکہ میں بھی مختلف ورثاء کے حصے مذکور ہیں۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع سے بھی کچھ ورثاء کے حصے ثابت ہیں۔ ان حصے داروں میں لے پالک شامل نہیں۔ قرآن کریم، احادیث مبارکہ اور اجماع امت سے یہ بات ثابت ہے کہ لے پالک کا وراثت میں کوئی حق نہیں ہوگا۔

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْؕ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ[21]

اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور تمہارے ساتھ مل کر جہاد کیا، تو وہ بھی تم میں ہی شامل ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کی رو سے خونی رشتے دار (وراثت کے اعتبار سے) ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

ایک اور آیت میں ہے کہ:

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْؕ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًاؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا[22]

یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو اہلِ ایمان کے لیے ان کی جان سے بھی زیادہ مقدم ہیں اور نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔ اس کے باوجود کتاب اللہ کی رو سے (میراث کے معاملے میں) دوسرے مومنین و مہاجرین کی بہ نسبت خونی رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔ الا یہ کہ تم اپنے دوستوں پر کوئی نیکی کرنا چاہو۔ یہ حکم کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

"دوستوں پر نیکی کرنا چاہو" سے مراد یہ ہے کہ زندگی میں بطور ہدیہ کچھ دے سکتے ہو یا ایک تہائی تک وصیت کر سکتے ہو۔ علامہ

طبری اس آیت کے تحت یہ حدیث نقل کرتے ہیں:

وایما مؤمن ترك مالا فلورثته وعصبته من كانوا [23]

جو مومن مال چھوڑ کر جائے گا تو وہ اس کے ورثاء (ذوی الفروض) اور عصبات کا ہو گا؛ خواہ وہ کوئی بھی ہوں۔

مختلف ائمہ تفسیر وحدیث وفقہ کے حوالہ جات نقل کر کے حکم نقل کرتے ہیں کہ قرابت دار جن میں سے بعض کو میں نے بعض کا وارث بنایا، وہ وراثت میں دیگر مؤمنین اور مہاجرین سے بھی زیادہ حق دار ہیں بایں طور کہ مؤمنین ومہاجرین محض ہجرت اور ایمان کی بنیاد پر ایک دوسرے کے وارث بنیں، بغیر کسی خونی رشتہ کے۔ جو کچھ ہم نے اس بارے میں کہا ہے، اسی کے ہم معنی بات مفسرین نے بھی کہی ہے۔[24] یہ تصریح ثابت کرتی ہے کہ لے پالک کا میراث میں کوئی حق نہیں ہوتا۔ الا یہ کہ کوئی اس سے کوئی نسبی رشتہ ہو جس کی بنا پر وہ وراثت کا حق دار بن سکے، سوائے اس کے کہ گود لینے والے نے اس کے لیے کوئی وصیت کر دی ہو یا اپنی زندگی میں بطور ہبہ کے کچھ دے دیا ہو۔

لے پالک کے حق میں وصیت

اسلام کا قانونِ وراثت ہے کہ کسی وارث کے حق میں وصیت نہیں ہو سکتی۔ حدیث مبارک ہے:

ان الله قد اعطى كل ذي حق حقه، فلا وصية لوارث [25]

اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق دے دیا ہے لہٰذا کسی وارث کے حق میں کوئی وصیت نہیں ہو سکتی۔

چونکہ لے پالک بچہ وارث نہیں ہوتا اس لیے اسے گود میں لینے والا اگر اس کے حق میں وصیت کرنا چاہے تو اجازت ہے۔ لیکن اسلامی قانون میراث کی روشنی میں کوئی بھی شخص اپنے کل ترکے میں سے زیادہ سے زیادہ ایک تہائی تک وصیت کر سکتا ہے۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عادني النبي ﷺ في حجة الوداع من وجع اشفيت منه على الموت، فقلت: يارسول الله، بلغ بي من الوجع ماترى واناذومال، ولايرثني إلا ابنة لي واحدة، افاتصدق بثلثي مالي؟ قال: "لا"، قلت: افاتصدق بشطره؟ قال: "لا"، قلت: فالثلث؟ قال: "والثلث كثير، إنك ان تذر ورثتك اغنياء خير من ان تذرهم عالة يتكففون الناس.[26]

رسول اللہ ﷺ وسلم حجۃ الوداع کے سال میری عیادت کے لیے تشریف لائے جب کہ میں سخت بیمار تھا۔ میں نے عرض کی: میرا مرض شدت اختیار کر چکا ہے، میرے پاس مال بہت ہے اور میری صرف ایک بیٹی میری وارث ہے، تو کیا میں اپنے دو تہائی مال کو صدقہ کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے عرض کیا: آدھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ایک تہائی کر دو اور ایک تہائی بھی بہت بڑا ہے یا بہت زیادہ ہوتا ہے، اگر تم اپنے وارثوں کو اپنے پیچھے مالدار چھوڑ جاؤ تو یہ اس سے کہیں بہتر ہے تم انہیں محتاجی میں اس طرح چھوڑ کر جاؤ کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔

اس سے پتہ چلا کہ گود لینے والوں کو چاہیے کہ اگر کسی بچے کو گود لیا ہو تو اس کے لیے یا تو اپنی زندگی میں اس کو کچھ ہدیہ دے دیں یا اس کے حق میں ایک تہائی تک مال کی وصیت کر جائیں۔

نتیجہ بحث

اسلامی تعلیمات میں ضرورت پڑنے پر بچے کو گود لینے کی اجازت ہے لیکن محض گود لینے کی وجہ سے نسب، پردہ، نکاح، وراثت وغیرہ جیسے احکام پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس لیے ضرورت پڑنے پر رضاعت، وصیت وغیرہ جیسے اسلامی قوانین کا سہارا لینا چاہیے تاکہ پردہ،

نکاح اور نسب وغیرہ جیسے احکام کی پاسداری ممکن رہے اور وصیت کے ذریعے گود لیے ہوئے بچوں کا مالی مستقبل بھی محفوظ رہے اور دیگر شرعی ورثاء کا حق بھی متاثر نہ ہو۔

حوالہ جات وحواشی

1 سورۃ الاحزاب 33:5۔

2 ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم الافریقی، **لسان العرب**، (بیروت: دار صادر، سن ندارد)، 14/80۔

3 سورۃ الاحزاب 33:5۔

4 البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، (ریاض: دارالسلام، 2014ء)، کتاب التفسیر، باب: ادعوهم لآبائہم، رقم الحدیث: 4782۔

5 سورۃ الاحزاب 33:4-5۔

6 ابوداؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، **السنن**، (ریاض: دارالحضارۃ للنشر والتوزیع، 2015ء)، ابواب النوم، باب فی الرجل ینتمی إلی غیر موالیه، رقم الحدیث: 5115۔

7 البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الفرائض، باب من ادعی إلی غیر أبیه، رقم الحدیث: 6385۔

8 ابن عابدین، محمد أمین بن عمر، **رد المحتار علی الدر المختار**، (بیروت: دارالفکر، 2000ء)، 6/385۔

9 البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب تفسیر القرآن، باب قوله: ان تبدوا شیئا اوتخفوه فان الله الآیة، رقم الحدیث: 4796۔

10 ابن الہمام الحنفی، کمال الدین محمد بن عبد الواحد، **شرح فتح القدیر علی الهدایة**، (مصر: مصطفیٰ البابی الحلبی، 1389ھ)، 3/444۔

11 سورۃ الاحزاب 33:38۔

12 پانی پتی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، **التفسیر المظهری**، (کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ، 1412ھ)، 7/349۔

13 السرخسی، شمس الأئمۃ محمد بن احمد، **المبسوط**، (بیروت: دارالفکر، 1999ء)، 4/299۔

14 الجصاص، ابو بکر احمد بن علی، **احکام القرآن**، (بیروت: دار عالم الکتب، 2010ء) 3/474۔

15 الحاکم، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ النیسابوری، **المستدرک علی الصحیحین**، (دمشق: دارالفکر، 1999ء)، رقم الحدیث: 2725۔

16 Guardians & Wards Act, Section 7.

17 Muslim Family Laws Ordinance, 1961 - PLD 2005 Supreme Court 686 - Shariah Academy, IIUI – Adoption and Legal Guardianship in Islamic Law (Research Paper).

18 NADRA By-laws and Regulations. 2019.

19 الرحبی، محمد بن علی بن محمد، **متن الرحبیة المسمی بغیة الباحث عن جمل الموارث**، (بیروت: داراحیاء التراث العربی، سن ندارد)، ص 1۔

20 پانی پتی، **التفسیر المظهری**، 7/349۔

21 سورۃ التوبہ 9:75۔

22 سورۃ الاحزاب 33:6۔

23 الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، **جامع البیان عن تاویل آی القرآن**، (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1994ء)، 19/15۔

24 ایضاً۔

25 الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، **جامع الترمذی**، (ریاض: دارالسلام، 2014ء)، کتاب الوصایا عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء لا وصیة لوارث، رقم الحدیث: 2120۔

26 البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب المغازی، باب حجة الوداع، رقم الحدیث: 4409۔